Maarif

Article on

Burhanuddin Raz-i Ilahi

BURHANPUR

Farid Ahmad Sahab
Page no 465-472

May 1955

مجلسِ ادارت

اسلام اور عربی تمدن

یعنی شام کے مشہور فاضل اجل علامہ محمد کرد علی کی کتاب الاسلام والحضارۃ العربیۃ کا اردو ترجمہ جس مذہبِ اسلام اور اسلامی تمدن و تہذیب پر علمائے مغرب کے اہم اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، اور یورپ پر اسلام اور مسلمانوں کے اخلاقی، علمی، اور تمدنی احسانات اور اُس کے اثرات و نتائج کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے، اور قرونِ وسطیٰ کی پرفریب سیاست کا پردہ چاک کیا گیا ہے،

(از شاہ معین الدین احمد ندوی)

قیمت :- ؏

حکمائے اسلام جلد اول

دوسری صدی سے لیکر خاندان خیرآباد و فرنگی محل تک کے تمام مشہور مسلمان فلاسفہ کے حالات اور ان کے فلسفہ پر تبصرہ، یہ جلد پانچویں صدی ہجری تک کے حکما کے حالات پر مشتمل ہے، شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں یونانی اور اسلامی فلسفہ کی مختصر سرگذشت تحریر ہے، کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مسلمان فلاسفہ اور حکما نے فلسفہ سے مذہب کی تخریب و بیخ کنی کے بجائے زیادہ تر مذہب کی تائید و حمایت کا کام لیا ہے۔

(مؤلفہ عبدالسلام ندوی)

قیمت :- ؏ ؏

جلد ۷۶ ماہ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۵۵ء عدد ۶

مضامین

مثنوی برہان راز الٰہیؒ

از جناب شیخ فرید ایم اے، لکچرار رابرٹسن کالج جبلپور

شیخ برہان الدین رازِ الٰہیؒ[1] المتوفی ۱۰۸۳ھ سلسلۂ شطاریہ کے جید عالم اور صوفی بزرگ تھے، انھوں نے یگانۂ عصر، محدثِ کامل حضرت شیخ علم اللہ کمالؒ کی خدمت میں فقہ، حدیث اور سلوک کی تحصیل کی، علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد علوم باطنی کے شوق میں ایک عرصہ تک حسن بنانی کی خدمت میں رہے اور آخر میں حضرت عین العرفا مسیح الاولیا شاہ عیسیٰ جند اللہؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت رازِ الٰہیؒ عابد مرتاض تھے، شب و روز عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے، ایک عرصہ کی ریاضت شاقہ کے بعد حضرت شاہ مسیح الاولیا نے ان کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا، اورنگ زیب عالمگیر، عاقل خاں رازی اور امیر شائستہ خاں کو حضرت مسیح الاولیا سے بڑی عقیدت تھی، چنانچہ جانشینی کی جنگ میں آتے وقت شہزادہ اورنگ زیب نے شیخ نظام برہانپوری کی معیت میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر باطنی توجہ کی درخواست کی تھی[2]

ایک عرصہ تک زمانہ ان کے باطنی فیض سے مستفیض ہوتا رہا، ۱۰۸۳ھ میں ان کا وصال ہوا۔

حضرت رازِ الٰہیؒ کو علوم متداولہ خصوصاً حدیث و فقہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی، نثر میں "شرح آمنت باللہ"، "وصیت نامہ" اور "شرح ہیم کہانے" ان کی یادگاریں ہیں[3]،

---

[1] تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ کیجئے معارف نمبر ۵-۶ جلد ۶۱، [2] بزم تیموریہ ص ۲۵۴-۲۵۵ [3] کتب خانۂ خانقاہ رازِ الٰہی میں ان کتابوں کے قلمی نسخے محفوظ ہیں، موجودہ سجادہ نشین حضرت سید حبیب الدین صاحب نے ازراہ بندہ نوازی اور علم دوستی مذکورہ بالا مخطوطات مرحمت فرمائے تھے۔

اول الذکر آمنت باللہ کی عام فہم تشریح ہے، وصیت نامہ اوکار و اشغال پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں طالبانِ عشق کیلیے مختلف وصیتیں کیگئی ہیں، اس میں "ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن" کی تشریح بھی ہے،

"شرح ہیم کہارے" ہندی دوہروں کی فارسی شرح ہے،

حضرت برہان الدین رازِ الٰہی کو شعر و سخن سے بھی ذوق تھا لیکن زیرِ نظر مثنوی و دو مناجاتوں اور چند متفرق اشعار کے علاوہ آپ کا زیادہ کلام نہیں مل سکا،

وصیت نامہ کے آخر میں حسبِ ذیل مناجات مرقوم ہے، جس کے صرف تین شعر (پہلا، دوسرا اور گیارھواں) شرح آمنت باللہ کے آخر میں مندرج ہیں۔

یارب مرا گرداں چناں، از راہِ لطف و مرحمت — بے شک شمارم اغنیاء، شاہاں نیارم در نظر
باشم توانگر دل چناں، از کس نخواہم حاجتے — فارغ نشینم شاد و خوش، بیروں نیایم پیش در
راضی بہ فقر و فاقہ ہم باشم بہ کنجِ اندروں — ممنون زمنتِ سفلگاں مارا مگرداں تا حشر
از بہر روزی رزق ہم وقتے پریشاں دل مکن — یارب بدہ صبرم چناں، جز تو نخواہم کس دگر
یارب بحق مصطفٰے، ہم انبیاء، ہم اولیاء — گرداں چناں ایں تحفہ را مقبول گرد و بحر و بر
عاشق برد جملہ جہاں، اندر درونِ جانِ خود — سازند پاکاں جائے او، دارند بالا چشم و سر
الغرض چناں دہ خلق را جز ایں نخواہد ہیچ کس — ہر جا کہ بیند عالمے، مردی تو نیز (؟) او ایں مختصر
اصحابِ علم و معرفت ہر گہ ببینند سوئے آں — علیہم نگیرد بہر حق، ہم راست سازند و ذر
چوں عیب دارم حماگی جز عیب در من ہیچ نہ — صد عیب یابی بے شکے، ہرگز نہ بینی ایک ہنر
گردم ہوس چوں (؟) رفتار کبکا نزاکنم[۱] — بر باد شد رفتار من، گشتم خجل چوں منکسر
گر یک سخن زیں حماگی، یابد قبولے نزدِ حق — نازم چو حساں در عجم، گردم چو سحباں مفتخر

۱؎ کرم خوردہ

دارم امیدے از خدا خوانند چوں ہمہ احبابِ دلاں | بکنند بہر من دعا یابم نجاتے در قبر
سرِ نازک تر بگویم بشنو اے جانِ پدر | در خود بنگر آں وجہ مطلق تا نگردی در بدر

مذکورہ بالا مناجات میں کوئی ایسی صراحت نہیں ہے، جس کی بنا پر ہم اسے حضرت رازِ الٰہی سے منسوب کر سکیں، مگر آخری شعر سے ہمارے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ مناجات حضرت موصوف کی ہی فکر کا نتیجہ ہے،

اس شعر کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے ملفوظات حضرت رازِ الٰہی کے مرتب عاقل خاں رازی[1] نے لکھا ہے کہ حضرت موصوف کو علم عروض و قافیہ میں مہارت تھی، ان کے پیر و مرشد حضرت مسیح الاولیاء نے اس فن میں استفادہ کی اجازت بھی عطا کی، مگر انھوں نے اس کے بجائے عارفانہ حقائق و معارف سے مستفید ہونے کی تمنا ظاہر کی، مگر پھر خیال ہوا کہ مرشد کے حکم پر عمل ضروری ہے،

چوں گزیدی پیر ہاں تسلیم شو | ہم چو موسیٰ زیر حکمِ خضر رو

اور حالت وجد میں مذکورہ بالا شعر ان کی زبان سے صادر ہوا،

"بیتے موزوں کہ از حضرت ایشان در حالت وجدان شرف صدور و عز ظہور یافتہ این ست"

شعر سرِ نازک تر .... الخ

"شرح ہیم کہانی"[2] کے آخر میں ایک طویل مناجات ہے، اس شرح کا ایک مکمل نسخہ حضرت سید محمد مطیع اللہ صاحب راشد (برہانپوری) کے کتب خانے میں محفوظ ہے، اور ۱۲ رجب سنہ ۱۲۰۶ھ

---

[1] عاقل خاں رازی کے حالات و تصانیف کے لیے ملاحظہ کیجیے بزم تیموریہ ص ۲۷۰، ثمرات الحیات قلمی ورق ص ۵۳ الف

[2] شرح ہیم کہانی کا ایک مکمل نسخہ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد میں اور ایک ناقص نسخہ کتب خانہ درگاہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں بھی ہے،

کا نقل شدہ ہے، ذیل کی مناجات اسی سے نقل کی گئی ہے۔

اے جمالِ تو کانِ محبوباں ‏ ‏ ‏ ‏ عکسِ حسنِ تو جملہ خوباں
جلوۂ حسنِ تست در ہمہ جا ‏ ‏ ‏ ‏ از تو دارند جملہ نشو و نما
چشم آنکس کہ کردۂ تو وا ‏ ‏ ‏ ‏ بنظرش کے فتد بغیر سوا
تا کہ حسنِ تو گشتہ است عیاں ‏ ‏ ‏ ‏ جذبۂ عشق تست در ہمہ جاں
ہمہ ذرات مست و بے خبر اند ‏ ‏ ‏ ‏ از خودی ہائے خویش بگذشتند
حسن لیلےٰ کہ زد رہِ مجنوں ‏ ‏ ‏ ‏ برد از کوئے عقل سوئے جنوں
ہوش وامق کہ زلف عذرا برد ‏ ‏ ‏ ‏ دل و جانش بہ بیخودی بسپرد
لب شیریں کہ بود شور انگیز ‏ ‏ ‏ ‏ رنج فرہاد و راحت پرویز
زاں ہمہ پرتو جمال تو بود ‏ ‏ ‏ ‏ کہ دلِ ہر یکے ازان بربود
گرچہ جز یک جمال بیش نبود ‏ ‏ ‏ ‏ در ہر آئینہ روے خویش نمود
گشت کثرت نما در آئینہ ہا ‏ ‏ ‏ ‏ مختلف گشت در معائینہ ہا
گاہ در گل گہے در خار ‏ ‏ ‏ ‏ روئے در ہر لباس و در اطوار
ہر طرف جلوہ گر بشکل دگر ‏ ‏ ‏ ‏ تو بہر شکل روئے او بنگر
گاہ در مومناں نماید روئے ‏ ‏ ‏ ‏ گاہ در کافراں کشاید موئے
گہ بہ کعبہ گہے بہ مسجد ہا ‏ ‏ ‏ ‏ پرتو روے تست ... صنما
گاہ در بتگرو گہے بہ بتاں ‏ ‏ ‏ ‏ جلوۂ خود نمودی اے جاناں
بت پرست و برہمن و خمار ‏ ‏ ‏ ‏ از تو دارند مو بمو اسرار
گہ ز روئے مضل گہے ہادی ‏ ‏ ‏ ‏ ہمہ را پرورش تو خود دادی

چونکہ در اصل شان ہمی نگرم ہمہ جا روے تست جلوہ گرم
بردی از صورتِ دل مجنون کردی او را بحسنِ خود مفتون
دلِ وامق بہ ہستی بردی زلفِ عذرا بہانہ آوردی
روئے شیریں کہ بود راحت خیز شہدِ فرہاد و شکرِ پرویز
ایں ہمہ جز بہانہ بیش نبود کیست جز تو کہ روئے خویش نمود
دام پرویز و دانۂ فرہاد حسنِ تو بود داوست ایں فریاد
زد بہر جادۂ سعادت مند ساخت از زلفِ خویش جانش بند
بکمند و ز زلف بند نہاد کرد از جملہ بندہا آزاد
من ہم اے شہ یکے گدائے توام از دل و جان خود فدائے توام
تاکہ جانم جدا شد از اعیان جملہ دارند بر تن آہ و فغان
گہ بری در سراے خود بینان گہ فرستی بہ پیش بے دیناں
چند سرگشتہ داریم چوں باد گہ بری بر خرابہ گہہ آباد
چہ شود گر ازیں خلاص دہی گہ ز اخلاص جامِ خاص دہی
بادشاہا مرا ز خویش رہاں تاکہ باشم بچشم خویش نہاں
روز و شب کوسِ دولت تو زنم گہ نیاید بخاطرم کہ منم
چند داری مرا ز خود مہجور تو بہ نزدِ من است و من ز تو دور
گر بہ تیرم کشی گہے بہ تفنگ صلح کردم برایں ندارم جنگ
پردۂ ما و من ز پیش رباے بہ رخِ خویش چشمِ من بکشاے
چونکہ بر خویش چشم بکشایم تو در آئی بچشمِ من نائم۔

در بہ بینی نہ مرد ایں ہوسم
طلبِ شیرہ کم تر از مگسم
بدلِ اہلِ درد راہم دہ
بصفِ بیدلاں پناہم دہ
سرِ من ساز خاکِ درویشاں
تا بیابند و بگذرند ایشان
حرز جانم نگاہِ ایشاں کن
دل و جانم براہ ایشاں کن
خاطرم رام کن زصحبت شاں
وقت من ساز خوش زقسمت شاں

ثمرات الحیات میں حضرت برہان راز الٰہی کا ذیل کا ہندی دوہرہ بھی ملتا ہے:

جھتہ جھتہ کھیلیں سچ مچ ہوئے
سچ مچ کھیلے برلا کوئے

مرتب ثمرات الحیات [۱] نے اس دوہرہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ دورانِ سماع میں اہل طریقت پر وجد طاری ہوجاتا ہے، اور وہ رقص کرنے لگتے ہیں۔ اس حالت میں وہ قید بقا سے رہا اور حدود زمان و مکان سے پرے ہوجاتے ہیں۔ وجد سے فراغ کے بعد ان کے لیے وضو لازمی نہیں اور اسی طہارت سے نماز جائز ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں کہ سماع کا نتیجہ بے خودی ہے، جس سے نقض طہارت ہوتا ہے حضرت موصوف نے فرمایا کہ "ظہورِ جذبات سے شعور کا سقوط ایسا ہے، جیسے آفتاب کے سامنے چراغ کی روشنی کا مدہم ہونا، پھر حدیث شریف "اذا رایتم اھل البلاء فابکوا ان لم تبکوا فتباکوا" کا حوالہ دیکر فرمایا کہ "اہل درد کو دیکھ کر گریہ و زاری کرو۔" ایک روایت میں حضرت رسالت مآبؐ نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ "قرآن کی تلاوت کے وقت گریہ کرو۔" اس ارشاد کے بعد مذکورۂ بالا دوہرہ پڑھا،

اگرچہ حضرت کو خود شعر و سخن سے ذوق تھا، اور شاعری بھی فرماتے تھے، مگر عاقل خاں رازی

---

[۱] ثمرات الحیات (قلمی) ورق ۵۵ (ب)

کے استفسار شعر گوئی پر انھوں نے پہلے یہ آیت پڑھی "وما علمنا الشعر وما ینبغی لہ" اور یہ ہدایت فرمائی کہ اس کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ پھر "ان من الشعر لحکمۃ" کا مقولہ نقل کر کے موصوف کو واردات نظم کرنے اور خرافات سے پرہیز کرنے کی تلقین کی۔[۱]

مندرجہ بالا منظوم کلام کے علاوہ ان کی ایک مثنوی کتب خانہ پیر محمد شاہ (احمد آباد) میں ایک بیاض میں مرقوم ہے، جس کے سرورق پر لکھا ہے "مثنوی شیخ برہانؒ، برہان پوری"۔ اس مثنوی میں کہیں بھی آپ کا تخلص نہیں ہے، صرف ایک شعر میں (عیسوی) کی طرف اشارہ ہے،

عشق را بے سو بدان اے اہل خود — عیسوی را عشق او بے خود نمود

عیسوی سے مراد یہاں حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ نہیں ہیں، جیسا کہ بشیر محمد خاں صاحب نے اپنے مضمون "حضرت شاہ برہان الدین راز الٰہی" میں بتلایا ہے،[۲] بلکہ ان کے صاحبزادے" بابا فتح محمد محدث" ہیں، جو اپنے دور کے جید عالم، فاضل اجل، حافظ، قاری، محدث، مفسر اور فقیہ تھے، ان علوم کے علاوہ شعر و سخن سے بھی ذوق رکھتے تھے، اور عیسوی تخلص کرتے تھے۔

محدث موصوف کی ایک تصنیف مفتاح الصلوٰۃ میں تعین اوقاتِ نماز کے ذیل میں جان سایہ کا ذکر ہے، ان کا ایک قطعہ ملتا ہے، جس کے آخری شعر میں عیسوی تخلص ہے۔

بہر خدا گفتم بر تو اے عیسوی! ایں نظم را — باز از حمل دو نیم ہست، گر عاقلی عامل بشو

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زیر نظر مثنوی میں عیسوی اگر شاعر کا تخلص قرار دیدیا جائے تو اس مثنوی کو حضرت محدث کی فکر کا نتیجہ تسلیم کرنا ہوگا، اس صورت میں مثنوی کا غلط انتساب سہو کاتب پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

راقم السطور کی ناقص رائے میں حضرت راز الٰہی نے مذکورۂ بالا شعر میں اپنے مرشد زادہ

---

[۱] ثمرات الحیات (قلمی) ورق ۱۸، [۲] معارف نمبر ۶ جلد ۷۰، ص ۴۲۴

کی طرف اشارہ کیا ہے، جو عشق الٰہی میں سرشار تھے،

زیر نظر مثنوی دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں ۱۹۲ اور دوسرے میں ۱۶۲ اشعار ہیں بعض اشعار نقل در نقل کے تغیرات سے وزن سے خارج ہو گئے ہیں بعض اشعار میں ایسے الفاظ لکھ دیے گئے ہیں یا ایسی تحریف ہو گئی ہے جس کا نفس مضمون متحمل نہیں ہو سکتا،

زیر بحث مثنوی ایک ایسے بزرگ کی تصنیف ہے جو وحدت الوجودی مشرب رکھتے تھے، چنانچہ مثنوی میں جابجا اسی کے غوامض و رموز کی تشریح کی ہے، یہ مثنوی خاصی طویل ہے، کل نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس لیے صرف اول و آخر کے کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہیں

ذاتِ حق چوں بود اول بے نشاں	نے تعین داشت و بے نام و نشاں
او وجود صرف بود و ذات بحت	زاں معرّا از حقیقت بود و نعت
از ظہور و از بطون و از صفات	او مبرا بود از جملہ جہات
نیست از نعت و نسب آن ذات را	تا کہ او را بے نشاں گفتن خطاست
ابنجاثے شد از اں دریاے جود	تا کہ ظاہر گشت از وے این نمود
بے نشاں اندر نشاں زاں[1] آمدہ	لاتعین در تعین ھا شدہ
آمدش در عالم ذاتِ بحت خویش	انچہ قابل بود کاں آمد نہ پیش[2]
ہر نشانِ بے نشاں در خود بدید	لاتعین در تعین شد پدید
گشت حاضر در کمال خویشتن	انچہ اول بود آخر ذو المنن
عاشق آمد در کمال خویش را	خواست تا جوید وصال خویش را
فیض بخشد خستہ دل ریش را	تا بدست آرد دل درویش را

---

[1] زاں کے بجائے "ہا" چاہیے۔ "نشان ہا" [2] نہ پیش کے بجائے 'بہ پیش' چاہیے۔

خاتمہ کے اشعار یہ ہیں:

ما و من را پردۂ خود ساختہ ‏ تا بخود بر خود نظر انداختہ
خود شدہ عاشق بروے خویشتن ‏ کس نباشد در میان ذوالمنن
نیست گشتہ خود شدہ اسرار جو ‏ در درون شہر اندر چارسو
از انا الحق دم زند منصور وار ‏ در شریعت خود شدہ بالاے دار
عاشق و معشوق خود بودہ است و بس ‏ در میاں ناید بجز او ہیچ کس
ایں سخن آخر ندارد ختم کن ‏ عشق وے از مشرب خود دم مزن
اعتقاد صوفیہ گفتم تمام ‏ در عمل آرید یاراں والسلام
من نگویم سرِّ اسرارِ ازل ‏ خود بگوید پیش خود آں بے مثل

اوست اول اوست آخر در جہاں
اوست ظاہر اوست باطن بے گماں
